بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی
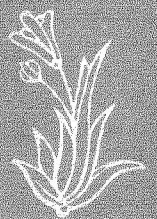
۱۰ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ
۸ر جنوری ۱۹۷۱ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحادِیثُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وسلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً ۔ (الحدیث)

ترجمہ: میری طرف سے خواہ ایک ہی آیت ہو پہنچا دیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَ ذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ والنسائی کذا فی الترغیب)

ترجمہ: ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تم میں سے کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت رکھتا ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِیْرٍ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْھَا کَمَثَلِ قَوْمِ اسْتَھَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ فَصَارَ بَعْضُھُمْ اَعْلَاھَا بَعْضُھُمْ اَسْفَلَھَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِھَا اِذَا سْتَقُوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقِھِمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ تَرَکُوْھُمْ وَمَا اَرَادُوْا ھَلَکُوْا جَمِیْعًا وَّ اِنْ اَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْھِمْ نَجَوْا وَ نَجَوْا جَمِیْعًا۔ (رواہ البخاری والترمذی)

ترجمہ: نعمان بن بشیر رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصّہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے کے حصّہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصّہ پر آ کر پانی لیتے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لئے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصّہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصّہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہیں ملتا رہے۔ اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں اُن کا کام، ہمیں اس سے کیا واسطہ، تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَا ھٰذَا اتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذَالِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَ شَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذَالِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِلٰی قَوْلِہٖ فٰسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اِطْرًا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب)

ترجمہ: ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزّل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ اللہ سے ڈر، ایسا نہ کر لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلّقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے ان کی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیے) پھر اس کی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے فٰسِقُوْنَ تک پڑھیں۔ اس کے بعد حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔

عَنْ جُرَیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان والاصبہانی وغیرہم کذا فی الترغیب۔

ترجمہ۔ جریر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلّط ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۱ ذیقعد ۱۳۹۰ء
۸ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶
شمارہ ۳۲

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

ملک کا غذائی مسئلہ کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟

نظامِ تقسیم سرمایہ داروں کی بجائے غریبوں کے حوالے کیا جائے!!

انتخابات کے بعد یکایک غذائی قلت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف چیزوں کے نرخ بڑھ گئے ہیں۔ اس صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے حکومت نے مؤثر اقدامات کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بعض چیزوں کے نرخوں میں کچھ فرق واقع ہو گیا ہے۔ لیکن چند روز کے بعد پھر وہی صورتِ حال پیدا ہونے کا امکان ہے۔

اس کی سب سے بڑی وجہ اشیاءِ صَرف پر سرمایہ دار طبقہ کی اجارہ داری ہے وہ کسی قیمت پر بھی غریب عوام کو خوشحال دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ضروریاتِ زندگی خصوصاً اشیاءِ خوردنی کا نظامِ تقسیم بڑے بڑے امیروں، بلیک مارکیٹروں کے سپرد کرنے کی بجائے غریب لوگوں کے حوالے کیا جائے جیساکہ ۵۱-۱۹۵۰ء میں جب غذائی اشیاء کے نرخ بڑھ گئے تھے اور سخت غذائی بحران پیدا ہو گیا تھا تو ضلع مظفر گڑھ کے ایک غریب دوست اور انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے کھدر پوش ڈپٹی کمشنر نے غلہ کی تقسیم کا نظام بڑے بڑے تاجروں اور زمینداروں کے سپرد کرنے کی بجائے "غریبوں کو غریب ہی دیں گے" کے اصول پر غریب افراد کی کمیٹیاں مقرر کر دیں۔ جن میں ایک عالم دین (امام مسجد) ایک سکول ماسٹر، ایک مزارع، ایک پٹواری اور ایک کوئی دوسرا نمائندہ شامل کر کے غلہ تقسیم کرنے کا نظام ان کے حوالے کر دیا۔

عوام کے ان غریب نمائندوں کے لئے بلیک مارکٹنگ اور چور بازاری ناممکن تھی ان میں سے ایک نے بھی ایسی کوئی حرکت کی تو دوسرے نے اسے عوام کے سامنے رسوا کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورے ضلع میں غلہ صحیح طریقہ سے تقسیم ہو گیا اس کے بالمقابل دوسرے اضلاع سے حکومت کے نام احتجاجی تاروں اور خطوط کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا کہ حکومت نے جو غلہ سستے داموں غریب عوام میں تقسیم کے لئے دیا تھا وہ ۱۹/۲۰ روپے فی من کے منافع پر بلیک میں فروخت ہو رہا ہے اور جن بڑے بڑے لوگوں کو تقسیم کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ غریبوں کا فائدہ کرنے کی بجائے ان کے نام پر خوب مالا مال ہو رہے ہیں۔ اس پر حکومت نے ایک بڑے افسر کو تحقیقات کے لئے مقرر بھی کیا تھا جس نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ صرف ایک ضلع مظفر گڑھ میں دیانتداری کے ساتھ غلہ تقسیم ہوا ہے جہاں کہ نظامِ تقسیم "غریب عوام" کے اپنے ہاتھ میں تھا۔

آج جب کہ صرف نظامِ تقسیم غلط ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے حالات نازک تر ہو رہے ہیں اور مشرقی پاکستان میں تو اسی بناء پر قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم ہو گیا ہے۔ یہ ضرورت شدّت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے کہ ملک کی غذائی صورت حال پر قابو پانے اور ضروریات زندگی کی چیزیں غریب عوام کو سستے نرخ پر مہیا کرنے کے لئے ایک آزمودہ پروگرام اور تجرباتی عمل کو پھر بروئے کار لایا جائے اور نظامِ تقسیم راشی افسروں، چور بازاری کرنے والے تاجروں اور ذاتی مفادات حاصل کرنے والے اہلکاروں کے حوالے کرنے کی بجائے "غریبوں کو غریب ہی دیں گے" کے اصول پر عوام کے سچے بہی خواہوں کے سپرد کیا جائے تاکہ ملک کی غذائی صورتِ حال پر قابو پایا جائے اور غریب لوگوں کو ضروریاتِ زندگی کی چیزیں سستے نرخ پر صحیح صورت میں مہیا ہو سکیں۔

ارباب حکومت نے اگر حالات کی نزاکت کا احساس نہ کیا اور ہوشربا گرانی کا سدباب کرنے کے لئے مؤثر طریقہ اختیار نہ کیا تو مشرقی پاکستان کے بعد مغربی پاکستان کے مختلف صوبوں میں بھی لوٹ مار اور غارت گری کے واقعات رونما ہونے کا سخت خطرہ ہو گیا ہے۔ ارباب حکومت کو غفلت اور بے توجہی سے کام نہ لینا چاہیے۔

اسلامی کانفرنس اور مسئلہ کشمیر

یوم احتجاج منایا جائے

مسئلۂ کشمیر کو ایجنڈے میں شامل کئے بغیر کراچی میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس ختم ہو گئی۔

اس کانفرنس کے دیگر فیصلوں پر کسی قسم کا تبصرہ کئے بغیر ہم صرف کشمیر کے مسئلہ سے اس کی بے توجہی اور غفلت پر شدید احتجاج کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اس طرز عمل سے یہ ثبوت فراہم ہو گیا ہے کہ اسلامی سکرٹریٹ کا قیام اسلام اور اہل اسلام کے مسائل حل کرنا نہیں بلکہ سامراجی طاقتوں کے لئے اسلام کے مقدس نام پر ذہنی اور فکری فضا ہموار کرنا اس کا مقصود ہے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پاکستان جیسی عظیم اسلامی مملکت میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس میں اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ زیر بحث نہ آئے۔

مزید براں یہ کہ پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات جو اسلامی سکرٹریٹ کے بانیوں میں شامل تھے اگر ان کی موجودگی میں بھی مسئلۂ کشمیر اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کی اسلامی کانفرنس کے ایجنڈا میں شامل نہ ہو سکے تو اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مسٹر شیر علی کی سرگرمیاں اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے بجائے سامراجی طاقتوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لئے وقف تھیں۔

یہ پاکستان کی سخت بدنامی اور مسئلہ کشمیر کے ساتھ حد درجہ کی بیوفائی ہے کہ پاکستان میں اسلامی کانفرنس منعقد ہو اور اس میں کشمیر جیسا اہم ملکی، ملی اور اسلامی مسئلہ زیر بحث نہ آئے۔

ہم اسلامیان پاکستان سے یہ گذارش کریں گے کہ مسئلہ کشمیر کے ساتھ گہری وابستگی اور اس کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر پورے ملک میں یوم احتجاج منایا جائے۔ اور مسئلہ کشمیر کی بابت سامراجی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور مکروہ سازشوں کو بے نقاب کرکے دنیا کو بتا دیا جائے کہ اسلامیان پاکستان کے جذبات کس قدر نازک اور مشتعل ہیں۔

مفتی محمود پر خطرناک حملہ

گذشتہ دنوں چنیوٹ میں قومی اسمبلی کے رکن، جمعیۃ علماء اسلام کے قائد اور عوام کے محبوب راہنما مولانا مفتی محمود پر تیز رفتار کاروں کے ذریعہ جو خطرناک حملہ ہوا اس کی تفصیلات اخباروں میں آ چکی ہیں۔

یہ حملہ کراچی میں ہالینڈ کے وزیر خارجہ اور صدر پر کئے گئے حملہ کے بعد اسی نوعیت کی حیثیت کا حامل ہے۔

واقعات کے مطابق مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" میں شرکت کے لئے بذریعہ کار لائل پور سے چنیوٹ تشریف لائے تو اہالیان چنیوٹ کے ایک عظیم الشان جلوس نے آپ کا والہانہ خیر مقدم کیا۔

مفتی صاحب کو جلوس کی شکل میں شہر کی طرف لے جایا جا رہا تھا کہ ربوہ کی طرف سے آنے والی تیز رفتار کار مجمع کو چیرتی ہوئی اور استقبال کرنے والے لوگوں کو کچلتی ہوئی مفتی صاحب کی جیپ کی طرف بڑھنے لگی، بے پناہ ہجوم کی افراتفری اور پیچھے آنے والی دوسری کاروں کے ٹکراؤ کے باعث مفتی صاحب خطرناک حملہ سے بال بال بچ گئے لیکن چند افراد شدید طور سے زخمی ہو گئے۔

یہ خطرناک حملہ مفتی صاحب پر کیوں کیا گیا؟ اور تیز رفتار کار نے مجمع کو دیکھ کر رکنے کی بجائے مجمع کو کچلنے کی کیوں کوشش کی؟ اس کا پس منظر تو ارباب حکومت ہی واضح کر سکیں گے۔ البتہ یہ پہلو خصوصی توجہ کے لائق ہے کہ اس کار میں بیینہ طور سے ربوہ کی نیم فوجی تنظیم کے سالار اعلیٰ عبدالعزیز بھابڑی اور محمد شریف ڈرائیور بھی سوار تھے۔

ارباب حکومت کو اس خطرناک حملہ کے محرکات کا جائزہ لے کر اور حملہ کے اسباب معلوم کر کے عوام میں بڑھتی ہوئی بے چینی دور کرنی چاہیے۔ اور عوام کے منتخب نمائندوں اور جماعتوں کے رہنماؤں کے خلاف تشدد آمیز رجحانات کا سختی کے ساتھ سدباب کرنا چاہیے۔

مراسلے

اخلاقی گراوٹ

راقم نے ۱۶/۱۱ کو متفرق کتب و رسائل قیمتی ۴۲/۱۴ بذریعہ وی۔پی پیکٹ شمع پوسٹ آفس سے بنام نور محمد ناظم جمعیۃ علماء اسلام بمقام نواں شہر ڈاک خانہ نوشہرہ غربی تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان روانہ کئے مگر مورخہ ۱۲/۱۱ کو وی۔پی پیکٹ واپس آگیا۔ ڈاک خانہ والوں نے یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ عدم پتہ ہے مگر پیکٹ کو جب کھولا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ پیکٹ میں چند ترجمان القرآن، قرآن کریم کے پھٹے ہوئے اوراق، تعمیر انسانیت اور دیگر بوسیدہ کتب کے اوراق وغیرہ نکلے اور جو کتب و رسائل راقم نے ارسال کئے تھے وہ غائب! یہ بددیانتی حکومت کے اس محکمے کے کسی شریف آدمی نے کی ہے جو ملک میں سب سے زیادہ امین محکمہ سمجھا جاتا ہے۔

محکمہ ڈاک کے حکام کو چاہیے کہ وہ اپنے محکمہ سے اس قسم کے بددیانت، متعصب اور اخلاقی قدروں کو پامال کرنے والوں کی چھان بین کر کے نکال دیں۔

حافظ خیر محمد، حافظ نور محمد

۱۴۳-بی شاہ عالم۔ لاہور

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷ رمئی ۱۹۳۸ء کو مسجد شیرانوالہ میں درسِ قرآن دیا۔ راقم الحروف نے اس کے نوٹس لے لئے تھے۔ یہ سطور انہی نوٹس سے مرتب کرکے تبرکاً قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔ (محمد مقبول عالم بی اے)

اعجازِ قرآن

عرب میں فصاحت و بلاغت کے مقابلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ۱۵۰ سال پہلے عرب میں ایک جد و جہد شروع ہوئی کہ عربی زبان کے اندر فصیح و بلیغ خطبے اور قصیدے لکھے اور پڑھے جائیں۔ ہر خاندان کوشش کرتا تھا کہ ہمارے شاعر اور خطیب کا خطبہ اور قصیدہ دوسروں پر غالب رہے۔ یہ جذبہ کلام کی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے پیدا ہوا۔ سب منیٰ کے میدان میں جمع ہوتے اور خطبے و قصیدے پڑھتے۔ قریش منصف بنتے تھے۔ اس طرح تمام قبائل مقابلہ کرتے۔ اعلیٰ خطبہ یا قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جاتا۔ لوگ قصائد کو حفظ کرتے اور ان پر فخر کرتے تھے۔ یہ جذبہ عرب کے قبائل میں تو تھا ہی، قریش میں سب سے زیادہ تھا کیونکہ وہ جج بنتے تھے۔ یہ شوق ان میں بڑھتا رہا اور آخر یہ حالت ہوگئی کہ بعض شاعر فی البدیہہ کئی کئی سو اشعار کے قصیدے کہہ جاتے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ (سات لٹکائے ہوئے قصیدوں) میں سے ایک قصیدہ ایسا ہی ہے۔

نزولِ قرآن

جب علم و مہارت کمال کو پہنچ گئی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن جیسا فصیح و بلیغ کلام لے کر مبعوث ہوئے۔ فصاحت و بلاغت کا چرچا زور شور سے ہو چکا تھا قلوب میں معرفت اور فصیح و بلیغ کلام میں تمیز کرنے کی مہارت پیدا ہو چکی تھی۔ غیر واقف شخص کسی چیز کے محاسن سمجھ نہیں سکتا۔ ہر پیغمبر کے زمانے میں جس چیز کی مہارت ہوتی تھی اسی قسم کا معجزہ اس پیغمبر کو دیا جاتا تھا تاکہ پتہ لگے کہ یہ کام قوتِ بشری سے خارج ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا زور تھا۔ فرعون نے جادوگروں کی جماعت تیار کی تھی۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو اسی قسم کا معجزہ دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو تصدیق جادوگروں نے کی، دوسروں نے نہیں کی — فرعون انہیں ڈراتا رہا مگر اس کے باوجود وہ نہیں ڈرے، اس لئے کہ وہ واقفِ علم تھے، ماہرِ فن تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا زور تھا۔ اس لئے انہیں کوڑھیوں کو اچھا کرنے اور مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزے دیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کمالِ علمی تھا اس لئے قرآن جیسا فصیح و بلیغ کلام نازل کیا گیا۔

تبلیغِ قرآن

قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار تھے اور آپؐ کا تعلق ہر خاندان سے تھا۔ اسی لئے آپؐ فرماتے تھے کہ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ تم رشتہ داری کا لحاظ رکھو اور میری بات سنو (۴۲: ۲۳) رشتہ داری کے علاوہ سب نے آپؐ کے اخلاق دیکھے ہوئے تھے۔ سب یقین رکھتے تھے کہ آپؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ شاہ روم نے ابو سفیان سے پوچھا کہ کیا دعوئے نبوّت سے پہلے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ شاہ روم نے کہا کہ اگر پہلے کوئی تہمت نہ لگی تھی تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اب انہوں نے خدا پر جھوٹ باندھ لیا ہو۔ جب وانذر عشیرتک الاقربین (۲۶: ۲۱۴) اپنے رشتہ داروں کو ڈرایئے کا حکم آیا تو تمام قبائل کو جمع کیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ تم پر حملہ کرنے کے لئے پہاڑ کے پیچھے سے ایک فوج آرہی ہے تو کیا تصدیق کروگے؟ سب نے کہا۔ ہاں۔ کیونکہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ چنانچہ سچائی، ہمدردی، خوش خلقی، صلۂ رحمی وغیرہ اوصاف میں آپؐ مشہور ہو چکے تھے۔ ہر شخص آپؐ کا گرویدہ ہو چکا تھا مگر جب قرآن کی تبلیغ شروع کی گئی تو وہ مخالفت پر اُتر آئے اور جانی دشمن بن گئے۔

ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار تھے۔ جب واقعہ اِقْرَأْ کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰؑ کے پاس آتا رہا۔ اس نے تمنّا ظاہر کی کہ آپؐ کو یہ لوگ نکال دیں گے، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں اور آپؐ کی مدد کروں۔ فرمایا کہ کیا میں نکالا جاؤنگا۔ آپؐ نے تعجب کیا۔ ورقہ نے کہا کہ ہر ایسے شخص کی مخالفت ہوا کرتی ہے۔

قرآن کا چیلنج

بہرحال تمام مخالفین ایک طرف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف۔ تیرہ برس تک عدم تشدد کا پابندی سے مقابلہ کرتے رہے۔ آپؐ کے پائے استقلال ذرا نہ ڈگمگائے۔ بات یہ تھی کہ عرب اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کا فصیح سمجھتے تھے اور قرآن نے بھی یہی دعوئے کر دیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے تم اس جیسا کلام تو بنا کر دکھاؤ، خواہ سب جمع ہو جاؤ — انہوں نے سب کچھ کیا مگر یہ آسان راستہ اختیار کرنے کی جرأت نہ کی۔

آخر دس سورتیں بنانے کے لئے کہا گیا۔ ایسے شاعر جو فی البدیہہ کلام کہہ سکتے تھے عاجز آ گئے۔ پھر ایک سورت بنانے کے لئے کہا گیا مگر ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ تم ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔ یہ جملہ انہیں برانگیختہ کرنے والا تھا مگر وہ ایک سورت بھی نہ بنا سکے، یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔

اعجاز قرآن

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزے عملی تھے اور ان کے زمانے تک محدود تھے مگر قرآن کریم کا معجزہ قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔ بعض معجزات خود بخود ملتے تھے، بعض دعا مانگنے پر ملتے تھے۔ قرآن کا معجزہ جو وحی کے ذریعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یہ ہمیشہ کے لئے معجزہ ہے۔ آج جملہ مذاہب کی کتب میں سے کوئی شخص کسی کتاب کا حافظ نہیں لیکن قرآن کے حفاظ بے شمار ہیں۔ قرآن آسان ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر (۱۷:۵۴) اس کی حفاظت کا ذمہ دار بھی خود اللہ تعالےٰ ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون (۱۵:۹) آپؐ کے وقت ہی میں لوگ قرآن کے حافظ ہو چکے تھے اور آج تک ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

قرآن حکیم کے الفاظ کے علاوہ قرآن کی تاثیر اور نورانیت بھی معجزہ ہے۔ یہ تمام امراض کے لئے شفا ہے۔ اس میں ظاہری اور باطنی فوائد ہیں۔ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سمجھ کر پڑھنے کا اور بھی ثواب ہے۔

جمع قرآن

آیات کی ترتیب آپؐ کے ارشاد کے مطابق ہوئی تھی۔ جب آیات نازل ہوتیں آپؐ بتلا دیتے کہ ان آیات کو فلاں جگہ رکھو۔ جبریل علیہ السلام بھی قرآن کا دورہ کراتے تھے۔ سورتوں کی ترتیب بعد میں ہوئی ہے مگر وہ بھی آپؐ کے فرمانے کے مطابق ہی کی گئی ہے۔

حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر ہر خاص وعام نوحہ کناں ہے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبد العزیز صاحب جالندھری دامت برکاتہم خطیب مسجد نور ساہیوال کا ایک درد بھرا تعزیت نامہ احقر کے نام آیا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ (محمد عثمان غنی)

سبحان اللہ

مدرسہ جامع انوریہ در جامع مسجد نور متعلقہ انجمن خدام الاسلام (رجسٹرڈ) ساہیوال

۱۶ر شوال المکرم ۱۳۹۰ھ

بعزیز محترم جناب گرامی قدر الحاج محمد عثمان غنی صاحب زیدت الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ۔ مزاج گرامی

خیریت طرفین بدرگاہ رب المشرقین نیک مطلوب است

عرصۂ دراز کے بعد تحریری حاضری دے رہا ہوں امید ہے کہ آپ اپنے کریمانہ اخلاق سے اس تاخیر کو نذر انداز اور معاف فرمائیں گے چونکہ میں عرصہ دس سال سے مریض ہوں ضعف دل و دماغ حد سے بڑھ گیا ہے سراسر نسیان ہی نسیان ہو گیا ہوں۔

الحاج حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم کی ناگہانی موت سے سارے عالم اسلام میں ایک ایسا جانکاہ صدمہ ہوا جو کہ بیان سے باہر ہے۔ ہر سننے والے کا دل دہل گیا اور رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن احکم الحاکمین کا حکم ہر چیز پر غالب ہے اور اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس میں کیا راز مستتر ہے۔ حضرت حقتعالیٰ جل شانہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور آپ سب حضرات پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ حضرت اعلیٰ شیخ التفسیر مولانا و آقانا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی روح کو ہم سے خوش فرمائیں۔ مرحوم اپنے والد کے غایت درجہ کے چہیتے بیٹے تھے۔ اپنے والد کی روح سے ملاقات کرتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی اللہ رب العزت سے واصل ہو گئے۔ ہائے افسوس! ہائے افسوس! ہائے افسوس! ہم نکمے اور گندے بندے دنیا میں رہ گئے قابل اور اہل دل خادمان دین واصل باللہ ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ط

یہ تعزیت نامہ تو میری طرف سے آپ کی خدمت میں اور حضرت سجادہ نشین صاحب مجاہد ملت محبوب السالکین جناب مولانا عبید اللہ صاحب انور کی خدمت میں ارسال ہے۔ ازیں قبل ایک تعزیت نامہ بواسطہ عزیزم حاجی بشیر احمد صاحب حضرت مولانا کی خدمت میں از جماعت خادمان سلسلہ قادریہ مسجد نور ارسال کر چکا ہوں۔ چونکہ حضرت مولانا کو مصروفیت زیادہ ہے۔ اس لئے وہ کسی شخص سے ملاقات نہیں کرتے۔ ہمارے کئی مخلص آدمی تعزیت کے لئے گئے لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی سخت مایوس اور دل برگشتہ ہو کر واپس چلے آئے۔

راقم الحروف یہ بندۂ ناچیز تو ۲ر اگست ۱۹۷۰ء سے مسلسل مختلف امراض میں مبتلا ہے جن کی وجہ سے چلنا پھرنا اور سفر کرنا بڑا مشکل ہو گیا ہے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ بوقت ملاقات حضرت کی خدمت میں سلام مسنون بصد مقرون عرض کر کے تعزیت نامہ کے پُر درد الفاظ سنا دیں۔ بہرحال سر تسلیم خم ہے اُس کی رضا کے سامنے۔ عدم حاضری کی معذرت کی درخواست کر دیں۔ چونکہ بوجۂ بیماری معذور ہوں۔

فقط والسلام مالوف الاحترام

دعاگو و دعاجو

ناچیز عبد العزیز بقلم خود

انسانیت کیا ہے؟

◎ اسلامی تعلیمات ◎ امن عالم کا بہترین فارمولا

(از حضرت مولانا مفتی سید محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی)

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قوموں کے فرمانرواؤں کو پیغام بھیجا،

"اس بنیادی اصول کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے کہ گویا خدا کو چھوڑ کر اسے اپنا پروردگار بنا لیا ہے۔" (بخاری شریف وغیرہ)

کیا اسلام فرقہ ہے؟ انصاف پسند شریف انسانوں کی عدالت میں بہت سے مقدمے پیش ہوتے ہیں اور انصاف حاصل کرتے ہیں۔ آج ہم لفظ اسلام کا مقدمہ پیش کر رہے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں کہ ہم انصاف حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

شکوہ بہت بڑا ظلم یہ ہے کہ جو لفظ اس لیے منتخب کیا گیا تھا کہ فرقہ واریت گروہ بندی اور قوم پرستی کے مقابلہ میں امن۔ سلامتی۔ میل جول اور شانتی کی عملی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے۔ اس کو فرقہ وارانہ لفظ سمجھ لیا گیا ہے اور گروہ پرستی دھڑے بندی کا وہ بہتان اس پر تھوپا جا رہا ہے جس سے اس کی پاک فطرت ہمیشہ گھن کرتی رہی ہے۔

مسلم کی جگہ اگر ہم ماننے والے۔ مان جانے والے گردن جھکا دینے والے کے لفظ کا استعمال کریں (کیونکہ لفظ مسلم کے معنی یہی ہیں) تو ہم "اسلام" کے اصل مطلب اور منشاء کے زیادہ قریب ہو جائیں گے اور اس کی فطرت کی جھلک ہمارے سامنے آ جائے گی۔

اسلام کیا ہے؟ اس پوری دنیا اور دنیا کی تمام حقیقتوں میں یعنی پوری کائنات میں ایک قانون جاری ہے اس کو قانونِ فطرت کہا جاتا ہے۔ اس قانون کے کچھ تقاضے ہیں، کچھ نتیجے ہیں۔ اس کا ایک پس منظر اور ایک بیک گراؤنڈ ہے۔ اس پس منظر اور پس منظر اور بیک گراؤنڈ کو اس کے تقاضوں اور نتیجوں کو مان لینا اور ان کے سامنے گردن جھکا دینا "اسلام" ہے اور اس سے انحراف اور انکار کفر ہے۔

سچائی ایک ہی ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہی ہے کیونکہ قانونِ فطرت ایک ہی ہے وہ اٹل ہے اس کا بیک گراؤنڈ اٹل ہے اس قانون کے تقاضے اور ان کے نتیجے ہمیشہ یکساں رہے ہیں اور یکساں رہیں گے لہٰذا جو حقیقت اور حق (سچ) ہے وہ بھی ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی رہے گا اور سب کے لیے ایک ہی رہے گا یہ سچائی دھرم ہے جس کو عربی میں دین کہا جاتا ہے۔ یہی دین قرآن کے الفاظ میں "اسلام" ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ؕ

نبی اور پیغمبر اس سچائی کو پھیلانے کے لیے ناسمجھوں کو سمجھانے اور ہٹ دھرموں پر حجت تمام کرنے کے لیے خدا کے وہ پاک بندے آئے جن کو رسول۔ پیغمبر۔ پروفٹ۔ رشی یا منی کہا جاتا ہے جن کو ہر فرقہ ہر قوم اور دنیا کی ہر ایک اُمت اور ملت تسلیم کرتی ہے مگر جس طرح قدرت نے دامنِ نور کی سلوٹوں میں اندھیری لپیٹ دی ہے پھلوں اور پھولوں کی کروٹوں میں کانٹے اور جھاڑ جھنکاڑ لگا دیئے ہیں۔ اسی طرح سچائی کے مقابلہ میں غرور تکبر اپنی بڑائی۔ خود غرضی۔ من کی چاہ۔ لالچ۔ دھن دولت اور پرانی ریت کی ناپاک محبت لکیر کے فقیر بنے رہنے کی عادت اور اس طرح کی خراب خصلتوں کے کانٹے بھی پڑ گئے اور اس طرح کی اندھیریاں بھی پیدا کر دیں جو اپنے اپنے وقت پر ابھریں اور پھیلیں جنہوں نے سچائی کے پاک اور صاف نور کو اوجھل کر دیا اور وہ حق اور سچ جو سب جگہ اور ہر ایک حال میں یکساں تھا اس کو نسل جغرافیہ یا رنگ و روپ کے گھروندوں میں بند کر کے اس کے حقیقی حُسن کو داغدار بلکہ مسخ کر دیا اور اس کا حلیہ بگاڑ دیا۔ مثلاً

اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) کی اولاد نے (جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ سچائی اور حق کو اپنی جاگیر بنا لیا۔ اس کی تمام برکتیں بنی اسرائیل کے لیے مخصوص کر دیں۔

"یہودا" (حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے لڑکے) کے نام پہ یہودیت کا ایک ڈیزائن تیار کیا اور اسی کو سچائی کی کسوٹی اور نجات کا پروانہ قرار دیدیا۔

عیسائیوں نے ان کے مقابلہ میں کسی قدر وسعت نظر سے کام لیا سچائی کو خاندان کے گھروندے میں بند نہیں کیا مگر اپنے مذہب کا نام عیسائیت اور مسیحیت رکھ کر سچائی اور نجات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات اور ان کی شخصیت کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ اصول پرستی اور حق شناسی ختم ہو گئی یا ایک ضمنی اور ذیلی چیز بن کر رہ گئی اور لازمی طور پر دھڑے بندی اور فرقہ پرستی کا بیج انسانیت کی کھیتی میں بو دیا گیا۔

لیکن ان گروہ پرستیوں اور دھڑے بندیوں سے بلند ایک اور چیز بھی ہے جس کا نام "انسانیت" ہے جس کی تفسیر ہے اصول پسندی شرافت رحم و کرم عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق کو جامۂ عمل پہنانا۔ جو ایسی بلند و بالا ذات کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جو انسان اور انسانیت کا خالق اور پروردگار اور تمام کائنات کا رب اور مالک حقیقی ہے اس انسانیت کا فیصلہ ہے کہ انسان اپنے رب کے سامنے گردن جھکائے اس کی بڑائی کا سکہ دل اور دماغ پہ جمائے۔ اس کے احسانات کو پہچانے اور شکر گزار بنے۔

یہ انسانیت رنگ نسل اور جغرافیہ کی حد بندی سے آزاد ہے، ہر ایک انسان میں مشترک ہے، وہ صرف اسی کو نظروں سے گراتی ہے جو اپنے آپ کو

انسانیت سے گرائے، جو انسانیت کے کے تقاضوں کو پامال کرے اور خود اپنے ہاتھوں ذلیل ہو۔

یہ انسانیت مرد اور عورت کا صرف وہی فرق قبول کرتی ہے جو قدرت نے ان کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ یہ فرق کمزوری اور نزاکت کا فرق ہے جو لازمی طور پہ صنفِ نازک (عورت) کو رحم۔ مہربانی اور ناز برداری کا حق دار قرار دیتا ہے۔ یہ فرق عورت کو ذلت خواری یا انسانی زندگی کے کسی بھی شعبہ میں پسماندگی کا مستحق نہیں بناتا۔

یہ انسانیت اس غرور سے نفرت کرتی ہے جو دولت۔ سرمایہ یا حکومت اور اقتدار کی وجہ سے پیدا ہو۔ وہ ہر ایک دولت مند (پونجی پتی) اور ہر ایک صاحب اقتدار سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اچھی طرح پہچان لے کہ اول اور آخر انسان ہے، انسانی برادری کا ایک فرد ہے۔ اس کے بعد وہ اس کا اعتراف کرے کہ جو دولت اس کے ہاتھ میں ہے یا اقتدار کی جس کرسی پہ وہ رونق افروز ہے، وہ محض قدرت کا احسان اور اس کا انعام اور فضل و کرم ہے جس کی بناء پہ اس کا فرض ہے کہ وہ انسانوں کا ہمدرد انسانیت کا خادم اور اپنے پیدا کرنے والے کا احسان ماننے والا اور شکر ادا کرنے والا بنے نہ یہ کہ وہ ظالم۔ جابر۔ خودغرض۔ ذخیرہ اندوز۔ لالچی اور بخیل ہو اور دولت کی تجوریوں پر اژدھا کی طرح منڈلی مار کر بیٹھ جائے۔

اس انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنوں۔ پرایوں۔ رشتہ داروں پڑوسیوں۔ محلہ والوں اور اہلِ شہر کا حق پہچانے اور اور جس کا جو حق ہو اس کو ادا کرنے کے لیے ہمیشہ مستعد اور سرگرم رہے۔

اس انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ چاند سورج۔ آسمان۔ زمین۔ انسان۔ حیوان۔ غرض دنیا کے اس کارخانہ کو بیکار اور عبث نہ سمجھے۔ خود اپنے نفس کو آزاد منہ چھٹ اور بے لگام نہ قرار دے۔ بلکہ یہ یقین کرے کہ اس کا ہر ایک فعل و عمل اور ہر ایک قول ایک تخم ہے اور جس طرح گندم سے گندم اور جو کے بیج سے جو ہی پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس کے عمل کا وہ نتیجہ لازمی طور پہ رونما ہوگا جو قدرت نے اس عمل کے لیے مخصوص کر دیا ہے جو خود اس پہ اور اس کے انجام اور مستقبل پہ اثر ڈالے گا

پس تقاضاء انسانیت یہ ہے کہ انسان اپنے ہر ایک عمل اور اس کے نتیجہ پہ نظر رکھے اور کسی وقت بھی پاداشِ عمل سے غافل نہ ہو۔

انسانیت کی یہ وہ تفسیر ہے جس سے دنیا کا کوئی مہذب اور سنجیدہ انسان انکار نہیں کر سکتا۔ آپ یقین فرمایئے، اسی انسانیت کا دوسرا نام "اسلام" ہے جو انسانیت کے تقاضے ہیں وہی اسلام کے فرائض ہیں۔

یہ انسانیت جن باتوں اور جن خصلتوں کا مطالبہ کرتی ہے وہی بعینہٖ اسلام کے مطالبات ہیں۔ انسانیت کے تقاضے آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اب اسلام کے مطالبات ملاحظہ فرمایئے۔

مطالبات اسلام

اسلام کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اس ہستی کا اعتراف اور اقرار کرے جس نے اس پورے عالم کا وہ قانون بنایا جس کو قانونِ قدرت اور فطرت یا نیچر کہا جاتا ہے۔

(۲) پھر اگر آپ قانونِ قدرت میں "اصولِ ارتقاء" کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ آپ یہ بھی مانیں اور تسلیم کریں کہ خود آپ کا عمل اور کردار بھی قانونِ ارتقاء سے آزاد نہیں ہے اچھا کردار ترقی کر کے جنت اور سورگ کی نعمتوں کی شکل اختیار کرے گا اور برا عمل اور کردار قدرتی ارتقاء کے ساتھ نرک اور دوزخ کی مصیبت بن جائے گا۔

(۳) اسلام اس ہستی کا جو خالقِ کائنات ہے۔ اس طرح تعارف کراتا ہے کہ وہ رب العالمین اور ارحم الراحمین ہے کائنات کے تمام طبقوں کا پیدا کرنے والا پالنے اور پوسنے والا۔ تمام مہربانوں میں سب سے زیادہ مہربان تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یعنی انسان اور اس کے خالق اور مالک کا باہمی رشتہ محبت اور رحم و کرم کا رشتہ ہے: وہ پروردگار ہے اور یہ پروردہ وہ پالنے والا ہے اور ایسا لاڈلا کہ جب اس کا وجود ایک جرثومہ (کیڑے) کی شکل میں نہایت مہین تھا۔ جو ایک ایسی وہمی سی چیز تھا۔ جس کا نظر آنا بھی مشکل تھا تب ہی سے اس کی پرورش شروع ہوئی اسی وقت سے مناسب غذا فراہم کی گئی۔ اس کی ضروریات کی ذمہ داری لی گئی اور اس محبت، شفقت، دانش مندی اور ایسی بےنظیر

. . . .

ہنر مندی

کے ساتھ کہ ممکن نہیں ہے کہ عالم وجود میں اس کی کوئی نظیر کہیں مل سکے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے ہی اس کی ولادت ہوئی مناسب غذا کا انتظام اس طرح کر دیا گیا کہ کسی بھی زحمت اور محنت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

دیکھئے۔ ماں کی مامتا بے چین ہو کر بڑی محبت سے اس ننھے سے بچے کو چھاتی سے لگاتی تھی اس محبت اور پیار کے وقت جہاں اس کا منہ رہتا تھا ٹھیک اسی مقام پہ قدرت نے دودھ کے دونے بھر کر رکھ دیئے تھے۔ یہ ننھا منا بچہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ کسی چیز کی اس کو خبر نہیں تھی مگر قدرت نے اس کی پیدائش کے ساتھ ہی یہ سکھا دیا تھا کہ کس طرح ماں کے دودھ کو منہ میں لے کر اور کس طرح اس کو چوس کر دودھ نکالے اور پیٹ میں پہنچائے جہاں وہ خودکار مشین کام کر رہی ہے جو اس دودھ کو چھان کر صاف کر کے پکاتی ہے جس کی اسٹیم جان کا کام دیتی ہے اور جس کے ذرّے اور صاف کردہ اجزاء تن بدن کا جزء بن جاتے ہیں۔

(۴) ہمیں اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کی پیدائش کس طرح ہوئی وہ پہلے سے انسان تھا یا بندر سے انسان بنا۔ اسلام جو تصور پیش کرتا ہے اور جس عقیدہ کی تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ رنگ و نسل کے جملہ امتیازات اور جغرافیہ کی تمام حد بندیوں سے بالا تر ہو کر یہ تسلیم کرو کہ تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں (قرآن حکیم آیت ۱۳ سورۃ حجرات) ان کا آپس میں ایک ہی رشتہ ہو سکتا ہے یعنی اخوت۔ بھائی چارہ اور مساوات۔

(۵) (الف) دنیا کے دانش وروں نے انسان کی تفسیر یہ کی تھی کہ وہ "حیوانِ ناطق" ہے یعنی تمام حیوانات اور جانداروں کی طرح وہ بھی ایک جاندار ہے جس کی خصوصیت صرف یہ ہے اس میں تحقیق و تفتیش اور ریسرچ کی قوت بھی ہے جو اور حیوانات میں نہیں ہے۔ اسلام اس تعریف کو انسان اور انسانیت کے لیے عار سمجھتا ہے۔ وہ یہ توہین گوارا نہیں کرتا کہ انسان کو بھی شیر بھیڑیئے یا اونٹ اور ہاتھی کی طرح ایک جانور کہا جائے۔ وہ کہتا ہے

مجلسِ ذکر

اسلام دینِ رحمت ہے!

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-

بزرگانِ محترم و معزز حاضرین! یہ مجلس ذکر ہمارے ہاں ہر جمعرات کو منعقد ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ کے ہاں تو ہر روز نمازِ مغرب کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا ہے لیکن آپؒ نے لاہور میں کاروباری حضرات کی مصروفیات کے پیشِ نظر ہفتہ وار اجتماع کی طرح ڈالی جو الحمد للہ آج تک قائم ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلۂ خیر تا قیامت اسی طرح قائم رہے۔ حضرت دین پوری دامت برکاتہم گذشتہ دنوں مری سے کچھ آگے بھوربن میں تقریباً دو ماہ تک اقامت پذیر رہے۔ وہاں بھی ہر روز نمازِ مغرب اور نماز عشاء کے درمیان باقاعدگی کے ساتھ حلقۂ ذکر ہوتا تھا اور اللہ کی رحمتیں برستی تھیں۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے امام الصلوٰۃ اور خلیفۂ مجاز مولانا مسعود علی آزاد لکھنوی صاحب مدظلہٗ بھی اسی مکان میں سکونت پذیر تھے۔ اللہ اللہ کرنے والے حضرات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ مجھے بھی چند روز ان اہل اللہ حضرات کے ساتھ ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ ذرا آگے تنگ کسی میں حافظ غلام محمد صاحب کی درسگاہ ہے جہاں سے قرآنی فیوضات کا منبع جاری ہے۔ وہ جالندھر کے مہاجر ہیں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روحانی نسبت ہے اور ماشاء اللہ دین کا بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ ان کی شخصیت سے علاقہ بھر میں انوارِ قرآنیہ کی ضوفشانی ہو رہی ہے۔ حافظ صاحب کی صاحبزادیاں اور تلامذہ بھی اپنے اپنے حلقہ میں قرآنی علوم کی نشرواشاعت میں مصروف ہیں۔ یہ سب اللہ والوں سے تعلق اور عقیدت کے ثمرات ہیں۔ قرآن کے خدام کی اللہ تعالےٰ غیب سے نصرت فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص افریقہ میں کسی عہدہ پر تعینات تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے کیمپ میں بیٹھا قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیچھے ایک لمبا تڑنگا افریقی جو بالکل ننگا تھا کھڑا ہے اور گردن پر ایک نہایت ہی عمدہ موٹا تازہ دنبہ اٹھا رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہو بھائی! کیسے آئے؟ اُس نے کہا یہ دنبہ آپ کی دعوت کے لئے لایا ہوں۔ در اصل میں تو آپ کے قتل کے لئے آیا تھا۔ یہ دیکھو میرا چھرا۔ لیکن جب میں نے آپ کو تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف پایا تو میں نے واپس جا کر اپنی قوم کو بتایا کہ وہ شخص تو ہمارے ہی مذہب کا آدمی ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم میں ہمہ تن مصروف ہے۔ لہٰذا بطور عقیدت و محبت یہ دنبہ آپ کی نذر ہے۔ آپ اسے قبول فرمایئے۔

اندازہ لگایئے! اسلام کی اور قرآن کی حقانیت اس طرح اپنا لوہا منوا لیتی ہے کہ درندہ صفت لوگ بھی اپنی گردن نیچی کر لیتے ہیں چہ جائیکہ اشرف المخلوقات اور مہذب مسلمان۔ لیکن کیا عرض کیا جائے آپ حضرات سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

پاکستان میں ۲۳ سال سے باوجود بلند بانگ دعووں کے آج تک اسلام کو بالادستی نصیب نہ ہو سکی۔ اور اس کی ذمہ داری تہذیب یافتہ مسلمانوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ بارہا قوم سے حتمی وعدے کئے گئے اور پھر اُن سے انحراف برتا گیا۔ اب اتمامِ حجت کے لئے علماء کرام نے منظم طریقہ سے اپنی سعی تیز کر دی ہے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے عملی جد و جہد کر رہے ہیں۔ ملک بھر میں علماء اسلام نے حق کی آواز بلند کی ہے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے۔

یاد رکھیے! انسانیت کی فلاح کا راز اسلام کو اپنا لینے میں ہی مضمر ہے۔ نہ کمیونزم انسان کی نجات کا سامان مہیا کرتی ہے نہ سوشلزم۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں لہٰذا آپؐ کا لایا ہوا دین سراپا رحمت کا پیغام ہے۔ علماء کرام نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ قریہ قریہ پہنچ کر قوم کو صحیح راستہ کی راہنمائی کر دی ہے۔ اب حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا یہ عوام کا کام ہے۔

اللہ تعالےٰ کے دربار میں علماء اسلام کہہ سکیں گے کہ اے احکم الحاکمین! ہم نے مقدور بھر تیرے دین کی سربلندی کے لئے جد و جہد کی لیکن ہم پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے اور تیرے دین کی بالادستی کے لئے فلاں فلاں شخص نے روڑے اٹکائے چنانچہ وہاں پھر انصاف ہو جائے گا۔
وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ط

◎

- ○ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے کہہ دو کہ پڑوسی کی تکریم کیا کریں۔
- ○ پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے خواہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ دار رہے۔
- ○ ایمان کا کمال حسنِ خلق ہے۔
- ○ اعمال میں سب سے اچھا عمل حسنِ خلق ہے۔
- ○ دین کی خوبی اخلاق کی خوبی سے ہے۔

MECCA. The Holy Mosque and the Holy Kaaba — مكة المكرمة - المسجد الحرام والكعبة المشرفة
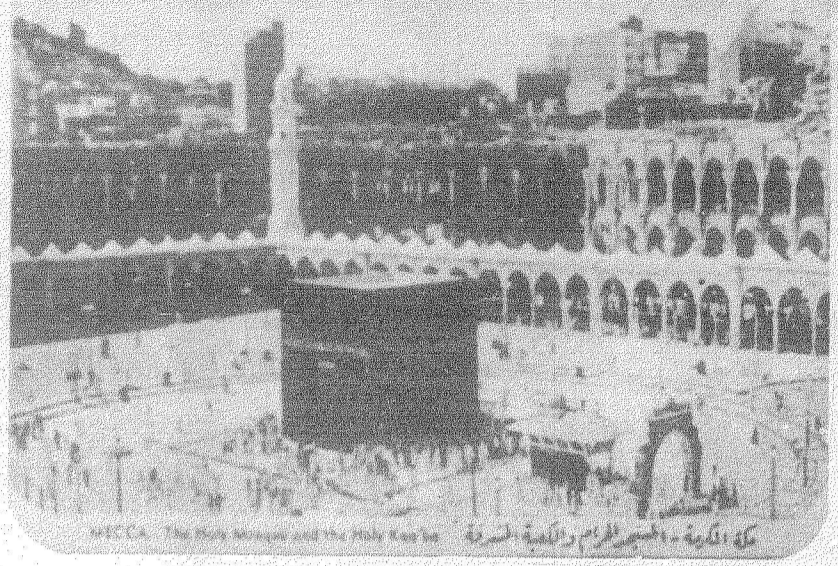
جامِ توحید

حضرت مولانا محمد عبد العزیز صاحب
ساہیوال

اعمال کی قبولیت کا دار و مدار توحید خالص اور اتباعِ سنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔

توحید خالص یہ ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہٗ کو اس کی ذات و صفات اور افعال میں یکتا ماننا یعنی اللہ جل جلالہٗ اپنی ہستی، صفتوں اور کاموں میں اکیلا ہے۔ شرک کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ جل مجدہٗ کی ذات و صفات اور افعال میں اس کی مخلوق کو ساجھی اور حصّہ دار اور شریک جاننا۔ جیسے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ جل شانہٗ کے سوا اور چیزیں بھی نفع اور نقصان کی بالذات مالک و مختار ہیں ایسا عقیدہ شرک ہے۔

توحید کی دو قسمیں ہیں۔ استدلالی اور شہودی۔ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے توحید استدلالی ہے اور سب انبیاء اور بعض اولیاء کرام کی توحید شہودی ہے۔

حضرت حق تعالےٰ جل شانہٗ نے سارے قرآن مجید میں اپنی توحید پر طرح طرح کے دلائل ارضی و سماوی و انفسی پیش کرکے اپنے بندوں کے لئے اپنی معرفت کے دروازے کھول دیے ہیں تاکہ ہر انسان معمولی سا غور و فکر اور تدبّر کرکے توحید کامل خالص سے بہرہ یاب ہو کر شرک کی وباء سے نجات پاکر جنت الفردوس کی ابدی زندگی حاصل کرے۔ اسی واسطے اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کو واضح دلائل کے ساتھ مبشّرین اور منذرین بنا کر بھیجا۔ تاکہ قیامت کے دن بندے یہ نہ کہنے پائیں رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ اے ہمارے رب! ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

توحید استدلالی کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ہر چیز مخلوق و مملوک و مرزوق ہے یعنی کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنی زبانِ حال و قال سے یہ گیت گا رہا ہے اور شہادت دے رہا ہے کہ ہمارا خالق، مالک و مربّی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے

ے ہر گیاہے کہ از زمین بروید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

ے جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُوہی تُو ہے
تجلّے تیری ذات کا سُو بہ سُو ہے
گلستاں میں جاکر ہر گُل کو دیکھا
تیری سی رنگت تیری سی بُو ہے

ے وفی کلّ شیءٍ لہٗ اٰیۃٌ
تدل علیٰ انہٗ واحدٌ

یعنی کائنات کے تمام ذرّات معرفتِ الٰہی جلّ شانہٗ کے لئے محبوب دروازے ہیں وہ ظاہر ہے اور یہ تمام اشیاء عالم مظاہر ہیں۔ ساری مخلوقات اس کی صفاتِ جمالیہ اور جلالیہ کا پرتو ہیں لیکن وہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ہے وہ کسی کی طرح نہیں ہے اور نہ وہ کسی چیز میں حالّ ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حالّ ہے اور یہ عقلاً محال ہے یہ مسئلہ اور عقیدہ حلول کا ہندوؤں اور غیر مذاہب کا ہے یعنی وہ ہر میں ہر کے قائل اور معتقد ہیں۔ یہ اسلامی توحید خالص کے خلاف ہے، بلکہ ساری مخلوقات اس کی دو صفتوں حَیٌّ و قَیُّوْمٌ کی توجّہ ذاتی کا اثر اور نتیجہ ہے۔ یہ اشیاء حادث ہیں اور وہ ذاتِ پاک قدیم، ازلی اور ابدی ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با ذاتِ پاک

اسماء اللہ الحسنیٰ میں بھی توحید باری تعالیٰ کے روح پرور عجیب و غریب نظارے اور پرکیف فوارے ہیں اور ہر سالک کے لئے حسب مراتب ترقی مقامات توحید کے لئے مضبوط قلعے اور قرب الٰہی جلّ شانہٗ کے لئے بہترین غیر متناہی منازل ہیں، جسمانی اور روحانی پُر لطف غذائیں ہیں۔

توحید شہودی کے یہ معنیٰ ہیں کہ سب انبیاءؑ اور بعض اولیاء کرامؒ اُس مقدّس و محبوب ذات کا مشاہدہ بلاکیف کرتے ہیں اور ان حضرات کو دوام حضوری حاصل ہوتا ہے حضرت حق تعالیٰ کی معیّت ان کو نصیب ہوتی ہے۔ نبی پیدائشی ہی معصوم ہوتے ہیں اور نبی ہوتے ہیں۔ وہ دلائل کے محتاج نہیں ہوتے، ان کے ارواح اور اجسام بھی مقدّس ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم "ازلی ابدی" سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ اگر اُن کو معصوم نہ مانا جائے تو قرآن مجید پر ایمان نہیں رہتا۔ سورۃ انبیاء رکوع ۵ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ۝ اور ہم نے پہلے ہی سے ابراہیمؑ کو صلاحیت عطا کی تھی اور ہم اس سے واقف تھے۔ اور نوحؑ کے بارے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا۔ اے نوحؑ تو کشتی ہمارے سامنے تیار کر۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے یار غار صدیق اکبرؓ کو غار میں فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ تو غم مت کر، بے شک اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور خود حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارہ میں فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا
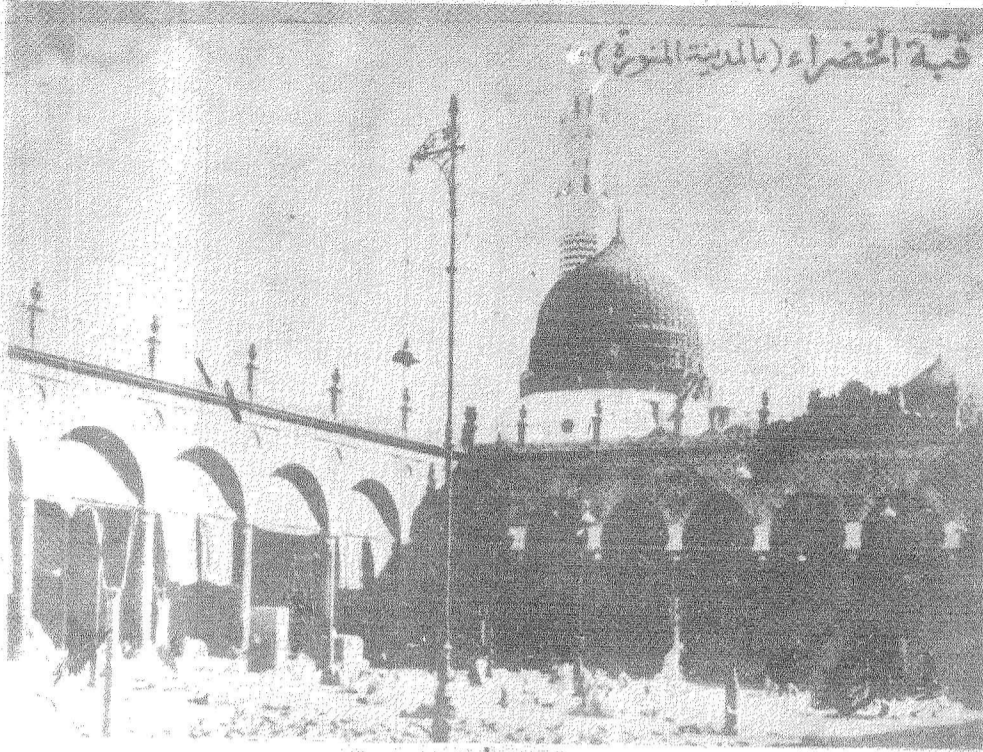
نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجھے ایک وقت قرب کا ہوتا ہے یعنی نزدیکی کا۔ اُس وقت میں نہ کسی مقرب فرشتہ کو اور نہ کسی پیغمبر کو مجال "گنجائش" ہے کہ وہ درجہ قرب کا حاصل کرے۔

امام الاولیاء زبدۃ المتقین افضل الصدیقین جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللہَ قَبْلَہٗ۔ نہیں دیکھا میں نے کسی چیز کو مگر دیکھا میں نے اللہ رب العزت کو اس چیز سے پہلے —— یہ مقام توحید شہودی سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ شیخ العرب والعجم کو اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندیؒ کو بھی مقام توحید شہودی حاصل تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی اور مجدد الف ثانی سرہندیؒ اور سید احمد شہیدؒ۔ ان حضرات کا مقام بھی توحید شہودی کا تھا۔ ہمارے زمانہ کے بعض حضرات اولیاء کرام کو بھی توحید شہودی کا مقام حاصل تھا۔ جیسے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ قطب ربانی شیر رحمانی فرمایا کرتے تھے ؎

جدھر دیکھا حقیقت میں اُدھر اللہ ہی اللہ ہے
نظر آیا ہر جا پہ رقم اللہ ہی اللہ ہے

●

ظاہر باطن ہو برائے خدا
چاہو خدا سے نہ سوائے خدا
ہر ایک دیدۂ بینا ہو موئے تن
محوِ تجلی رہے روح و بدن!

●

ہو فنا ذات میں کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کی رنگ و بُو نہ رہے

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب فرماتے ہیں:۔

؎ اے پردہ نشیں تیرے اس ناز پہ قربان
پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں

قطب الارشاد حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کو مقام توحید شہودی حاصل تھا۔ نیز آپ کو اپنے دونوں مربی قطب وقت خواجہ غلام محمد صاحب دین پوری جمالی اور قطب زمان حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ جلالی

قبة الخضراء (بالمدينة المنورة)

سے دونوں کمالات (جلالی و جمالی) علی وجہ الاتم حاصل تھے۔ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں آپ جلالی تھے۔ مسلمانوں اور مومنوں پر آپ جمالی تھے۔ صاحب ریاضات کثیرہ اور صاحب جذب تھے جن کا آج فیض ظاہری و باطنی دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکا ہے۔ آپ کے علوم ظاہریہ اور باطنیہ سے فیض یافتہ حضرات اندرونِ ملک و بیرونِ ملک تبلیغ دین کا کام کر رہے ہیں۔ بحمدہ و بفضلہ تعالیٰ آپ کے منجھلے صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہٗ مجاہد ملت و محبوب السالکین اپنے والد بزرگوارؒ کے نقشِ قدم پر چل کر بعینہٖ وہی کام کر رہے ہیں جو حضرت لاہوریؒ نے کیا تھا —— حضرت حق تعالیٰ جل شانہٗ مولانا موصوف کو صحت جسمانی اور نعمت استقامت سے نوازیں۔ اللّٰھم بارک لہٗ فی الامور کلھا وزد فزد نوالک لہٗ۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے درمیان ایسے گہرے تعلقات تھے جن کو ہر شخص معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت میاں صاحبؒ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت مولانا کے پاس آتے تو تنہائی میں دونوں حضرات خوب بیٹھ کر اپنے مولائے حقیقی رب العزۃ کو یاد کرتے اور راز و نیاز کی باتیں کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میاں صاحبؒ نے شرقپور میں حضرت مولانا احمد علیؒ کو بلا کر جمعہ کی نماز پڑھوائی اور تقریر و وعظ کرائی۔

میرے بھائیو! دنیا کے تمام مذاہب اہل اسلام سے سن کر توحید کے دعویدار بن رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ توحید مردود ہے۔ توحید مقبول وہ ہے جس کو اللہ رب العزۃ نے قرآن مجید میں اپنے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اپنے بے راہ بندوں تک پہنچائی ہے۔ جس شخص نے توحید مقبول کا نظارہ دیکھنا ہو وہ میرے مربی و محسن حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ کا رسالہ موسومہ بہ توحید مقبول کا مطالعہ کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ق رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ط رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ کی یہ پہلی آیات ہیں ان میں توحید استدلالی اور شہودی موجود ہے۔

★

بقیہ انسانیت کیا ہے؟

کہ "انسان" بہت اونچی حقیقت ہے۔

(الف) ایسی اونچی حقیقت جو بحر و بر صحراء اور سمندر خشکی اور تری کی تمام مخلوق سے زیادہ باعزت اور واجب الاحترام ہے (آیت ۷۰ سورۃ ۱۷ (بنی اسرائیل)

(ب) ایسی اونچی حقیقت کہ نہ صرف بحر و بر بلکہ پوری فضا اور فضاء سے اوپر بھی کوئی مخلوق ہے تو اس سب پر اس کو اقتدار بخشا گیا ہے وہ جس کو چاہے مسخر کر سکتا ہے۔ جس کو چاہے اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ (آیت ۱۳۔ سورہ نمبر ۴۵ (جاثیہ) آیت ۲۰ سورہ ۳ (لقمان)

(ج) ایسی اونچی حقیقت کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ یعنی اس تمام کائنات کے خالق اور مالک نے اس کو اس تمام مخلوق پر جس کا تعلق زمین کی دنیا سے ہے اپنا نائب بنایا ہے اور اس کو تمام مخلوق پر مالکانہ تصرف کا اختیار دیا ہے (آیت ۳۰ سورہ ۲ (بقرہ) آیت ۲۰ سورہ ۳۱ لقمان

(د) ایسی اونچی حقیقت جس سے بلند صرف خالق کائنات اور پیدا کرنے والے کی ذات ہے لہذا۔ تقاضاء فطرت ہے کہ وہ صرف اسی ایک ذات کا بندہ ہے، اسی کا پرستار ہے اس کے علاوہ اگر کسی اور کی پرستش کرتا رہے تو وہ خود اپنی توہین کرتا ہے کہ اپنی عظمت اور بڑائی کو ذلت کے گڑھے میں ڈال لیتا ہے۔ (آیت ۳۱ سورہ ۲۲ (حج)

(۵) عورت بھی انسان ہی ہے وہ بھی اسی عظمت کی مستحق ہے مرد اور عورت میں فطرت نے ایک فرق رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کو "صنف نازک" کہا جاتا ہے۔ یعنی انسان کی وہ شاخ جو اپنی فطرت میں کمزوری کی بناء پر اس کو حقیر اور ذلیل نہیں کہا جا سکتا بلکہ مرد پر لازم کیا جائے گا اس کی حفاظت کرے۔ اس کی ضروریات کا ذمہ دار بنے (آیت ۳۴ سورہ ۴ (النساء)

اس کمزوری کی بنا پر وہ مستحق نفرت نہیں بلکہ مستحق شفقت، مستحق رحم، دلداری اور ایسی رفاقت کی مستحق ہے کہ آپ اس کی پوشاک ہوں اور وہ آپ کی پوشاک ہو (آیت ۱۸۷ سورہ ۲ (البقرہ)

وہ اگر ناپسند ہو تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے۔

(آیت ۱۹ سورہ ۲ (البقرہ)

اس کمزوری کی بنا پر وہ کسی حق سے محروم نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے بھی اسی طرح حق ہیں جس طرح مردوں کے حق عورتوں پر ہیں۔ (آیت ۲۲۸ سورہ (بقرہ)

(۶) اسلام، رحم و کرم کا ایک وسیع تصور پیش کرتا ہے اور صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ ہر جاندار پر رحم کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا اصرار ہے کہ اگر تم اپنے لیے قدرت کی رحیمانہ فیاضیوں کو ضروری سمجھتے ہو تو اس کا گر یہ ہے کہ تم رحمت کی بارش دوسروں پر برساؤ تم خلق خدا کے لیے پیکر رحمت بن جاؤ معاف کرو، درگذر کرو۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کر دے۔ (آیت ۲۲ سورہ ۲۴ (النور)

اِرحَمُوا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (حدیث صحیح)

زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کریگا (حدیث شریف)

(۷) اسلام نے بار بار اعلان کیا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو اس کا امتحان یہ ہے کہ تم خلق خدا سے محبت کرو اس کے لیے اپنی ہمدردی کا دامن پھیلاؤ۔ اور یہ سمجھو کہ یہ تمام مخلوق جو تمہارے سامنے ہے اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اس کا پیارا اور کنبہ ہے۔

احب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب (اور پیارا) وہ ہے جو اس کے کنبے (پیاروں) پر احسان کرتا ہے۔ (حدیث شریف)

(۸) اسلام نے ذات برادری کے امتیاز پر کاری ضرب لگائی۔ اس نے بڑے زور سے اور پوری مضبوطی سے اعلان کیا کہ تمہیں اس پر ہرگز غرور اور گھمنڈ نہ کرنا چاہیے کہ علماء فضلاء یا نبی اور رسولؐ تمہاری سرزمین ہی میں آئے ہیں۔ دنیا کی کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں نیک اور پاکباز، انسانیت کے سچے خادم اور خدا کے مقبول بندے نہ گزرے ہوں، ہر ایک امت (انسانی گروہ۔ قوم) میں نبی گزرے ہیں۔ (آیت ۲۴ سورہ ۳۵ (فاطر)

ہر ایک قوم کے لیے ہادی اور رہنما ہوتے ہیں (آیت ۷ سورہ ۱۳ (رعد)

(۹) یہ تمام پاکباز۔ خادم انسانیت سچائی کے ماننے والے اور پھیلانے والے واجب الاحترام ہیں۔ ان سب کو مانو ان سب پر ایمان لاؤ۔ جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے ہو۔ اسلام قطعاً برداشت نہیں کرتا کہ خدا کے سچے بندوں کی توہین ہو اسلام اس کو کفر قرار دیتا ہے۔ (آیت ۱۵۰۔ ۱۵۲۔ سورہ ۴ (النساء)

(۱۰) اسلام کا حکم ہے کہ تمام برگزیدہ اور مقبول بندوں کے احترام کے لیے سینوں کے دروازے کھول دو تاکہ انسانیت کی عظمت دلوں میں جگہ کرے۔ محبت اور بھائی چارہ کا رشتہ ساری دنیا میں پھیلے اور مضبوط ہو ہمہ گیر عالمی امن کی فضا جنم لے۔ بڑھے اور پھلے پھولے بھائی چارہ کے باغ میں بہار آئے۔ (آیت ۲۸۵ سورہ ۲ البقرہ)

(۱۱) اگر تاریخی افسانے کسی رہنما کی صورت بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہزاروں لاکھوں انسان اس رہنما کا احترام کرتے ہیں تب بھی تمہارا فرض ہے کہ احترام کرنے والوں کے جذبات کا احترام کرو آئینہ تاریخ کے مقابلے میں ان جذبات کے آبگینے بہت زیادہ قابل وقعت ہیں کوئی ایسا لفظ زبان سے ادا نہ کرو۔ جس سے ان کو ٹھیس لگے۔ (آیت ۱۰۸ سورہ ۶ (الانعام)

ارشادات

- جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں۔ خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد، مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔
- جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔
- جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں ایک دعا اس کی مقبول ہو جاتی ہے۔
- جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا ہے ان کے رکوع، سجدے وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا ہے۔ جنت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام۔
- مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نماز میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے میں طمع کرنے لگتا ہے۔

درس قرآن

داعی اِلی اللہ کی عظمت

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۳)

مَیں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس سورتِ مقدسہ میں داعی کا مقام بیان ہو رہا ہے کہ تمہارے داعی الی اللہ سید دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی عظیم شان کے مالک ہیں۔ ہم نے اُن کو کیا کیا عطا کیا ہے!! جس وقت کہ داعی کی عظمت ذہن میں بیٹھ جائے گی تو دعوت کی عظمت بھی بیٹھتی ہے — داعی کی عظمت نہ ہو، دعوت کی عظمت دل میں نہیں بیٹھتی۔ اسی کا نام ہے تزکیہ، اسی کا نام ہے نسبت، اسی کا نام ہے ربط اور اسی کا نام ہے سلوک۔ دیکھئے! ایک آدمی کے سامنے دو تین آدمی ہوں، اور دو تین آدمی ایک ہی بات کریں۔ مثلاً اُس کا ایک دوست ہو، ایک ملازم ہو اور ایک اُس کا باپ ہو۔ دوست کہتا ہے مجھے پانی پلاؤ۔ ملازم کہتا ہے کہ جی مجھے تھوڑا سا پانی دیں بے ادبی معاف ہو، پھر ابا جی کہتے ہیں بیٹا! مجھے پانی دو۔ اب اگر لائق اور فرمانبردار بیٹا ہے، تو وہ سب سے پہلے اپنے باپ کی بات مانے گا، ان لوگوں کی باتوں کو بعد میں عمل میں لاتے گا۔ تو باپ کو ترجیح کیوں دے رہا ہے؟ ایک تو باپ کے اور اس کے درمیان ایک نسبت ہے، وہ نسبت مجبور کرتی ہے بیٹے کو کہ جو حکم باپ کے منہ سے نکلے وہ اس کو فوراً قبول کرلے۔ یہ نسبتیں ہوتی ہیں اور ان نسبتوں میں سب سے بڑا تعلق ادب کا ہوتا ہے، مقال اور مقام کا ہوتا ہے۔ سارا حدیثوں کا ذخیرہ دیکھ لیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر اپنی جانوں کو قربان کیا۔ کسی صحابی نے حضورؐ سے کبھی نہیں پوچھا کہ اللہ کے نبیؐ! یہ بات کیوں ہے؟ اور یہ بات کیوں نہیں؟ جو کچھ مشکوٰۃ نبوت سے صادر ہوا، بلا کسی چون وچرا کے، بلا کسی بات کے اس کو قبول کیا، اور حضورؐ نے ایک دفعہ اگر منع کر دیا تو پھر ساری زندگی منع پر رہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امتِ محمدیہ کے پہلے مجذوب، اللہ تعالےٰ کے نبیؐ کے بہت بڑے مقرب، وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے چند باتیں ارشاد فرمائی تھیں، اُن میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ دیکھنا! کسی سے کچھ نہ مانگنا۔ چنانچہ پھر وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ اگرچہ مَیں گھوڑے پر یا اونٹ پر سوار ہوں اور میرے ہاتھ سے میرا تازیانہ گر گیا، مَیں نے وہ بھی کسی سے نہیں کہا کہ مجھے دو بلکہ مَیں خود گھوڑے سے اُترا، خود اپنے ہاتھ سے لے کر پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ کیونکہ امام الانبیا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے فرمایا تھا کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے تکلیف تھی جس کی وجہ سے مَیں بیٹھ کر پیشاب نہ کر سکتا تھا، گھٹنوں میں ممکن ہے درد ہو، تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے دیکھا، تو مجھے فرمایا۔ لَا تَبُلْ قَائِمًا۔ عمرؓ! کیا کر رہا ہے تو؟ کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔ تو عرض کرتے ہیں پھر مَیں نے عذر پیش نہیں کیا کہ اللہ کے نبیؐ! مجھے یہ معذرت تھی یا یہ عذر تھا۔ نہ۔ حضورؐ کا یہ ارشاد تھا تو اس کے بعد مَیں نے کبھی بھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں فرمایا کہ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ۔ جب انسان کا بدن ناپاک ہو جاتے تو اس کی ناپاکی صرف ظاہری چمڑے پر نہیں رہتی بلکہ ہر بال کے نیچے ناپاکی سرایت کر جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے مَیں نے اپنے سر کے بال چھوڑے ہوئے تھے لیکن جونہی حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ مبارک سے مجھے یہ ارشاد معلوم ہوا۔ مِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاسِيْ۔ اس کے بعد مَیں اپنے سر کا دشمن بن گیا۔ مَیں نے کبھی سر پر بال نہیں چھوڑے۔

میرا عرض کرنے کا اور مثالیں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک داعی کا مقام ذہن میں موجود نہ ہو، جب تک داعی کی عزت اور داعی کا احترام ذہن میں موجود نہ ہو اس وقت تک دعوت پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ آج ہم دیکھتے ہیں ہمارے سامنے ایک طرف امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے، طریقِ کار ہے، ایک طرف ہمارے اپنے کچھ اختراعات ہیں یا ہماری اپنی کچھ طبیعت اور عادت ہے۔ تو دیکھئے ہم کس طرف جاتے ہیں؟ ہم اسی طرف جھکتے ہیں جس طرف ہمارا دل خود میلان کرے۔ ہم جانتے ہیں کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کام نہیں کیا، ہم جانتے ہیں کہ اللہ، نبیؐ اس کو قبول نہیں کرتے، ہم جانتے ہیں کہ قلب منورؐ میں اس چیز کا کوئی مقام نہیں ہے، لیکن ہماری طبیعت چونکہ ادھر مائل نہیں ہوتی اس لئے ہم وہ کام کر گذرتے ہیں جو امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقِ کار کے خلاف ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے داعی اور دعوت کے تمام سلسلوں کو مؤکد بیان فرمایا۔ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں موجود ہے۔ جبرئیل امینؑ کے
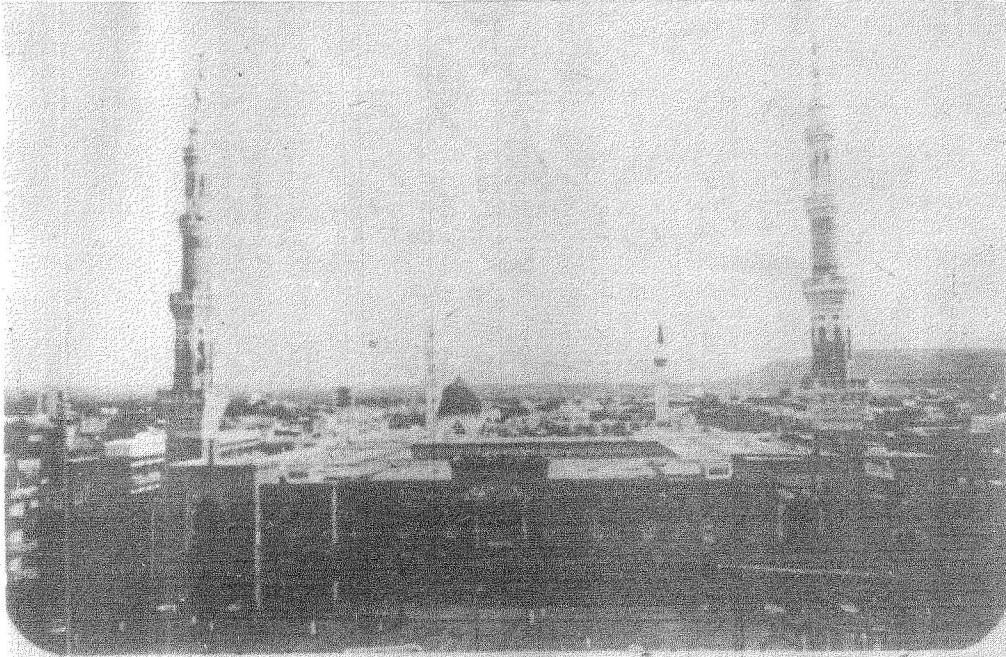
متعلق فرمایا، حالانکہ جبرئیل امین داعی نہیں ہیں، دعوت میں ایک واسطہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں، جس پر لاتے ہیں وہ کون ہیں؟ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہود نے صرف اتنا ہی تو کہا تھا کہ اگر جبرئیل کی بجائے میکائیل پیغام لاتا تو ہم بات کو مان لیتے۔ یہ حجت بازی تھی۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ وہی فرشتہ جو وحی لایا حضرت موسیٰؑ پر، وہی فرشتہ جو وحی لایا حضرت عیسیٰؑ پر اور مجھ پر بھی وہی فرشتہ وحی من جانب اللہ لاتا ہے۔ فرشتوں کے اپنے اپنے کام مقرر ہیں۔ تو انہوں نے حجت بازی کی۔ وہ کہنے لگے کہ اگر آپؐ پر وحی بجائے جبرئیلؑ کے میکائیلؑ لاتے تو ہم آپؐ کو قبول کر لیتے جبرئیلؑ تو ہمارا پرانا مخالف ہے — موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی ہمارے خلاف خدا کے احکام لاتا رہا، ہم اس کی بات نہیں مانتے۔ قرآن مجید نے جواب میں فرمایا۔ قُل، آپؐ ان سے فرما دیجئے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ ۹۸) داعی کا مقام بیان کیا کہ یہ نہیں مانتے جبریلؑ کو؟ جبریلؑ تو بجائے خود رہا، جبریلؑ کا مقام کیا یہ سمجھتے ہیں، یہ خالی جبریلؑ کا مسئلہ نہیں ہے مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ دیکھئے! صرف جبریلؑ کا انکار — انکار بھی نہیں ہے، انکار نہیں کرتے، مانتے ہیں جبریلؑ اللہ کا فرشتہ ہے لیکن یہ کہتے ہیں اگر جبریلؑ نہ وحی لاتا، میکائیل لے آتا، ڈیوٹی بدل جاتی تو پھر ہم بات مان لیتے۔ اللہ نے فرمایا یہ ڈیوٹیاں بدلنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے، تمہاری مرضی کے مطابق میں اپنے احکام نہیں بدلتا، اور میرا جو فیصلہ ہے میں کسی سے پوچھا بھی نہیں کرتا۔ جو میرا حکم ہے میں اس کو نافذ کرتا رہتا ہوں اور سن لو، جبرئیل کے ساتھ عداوت کرنے والو! جبرئیل کو بدلانے کا ارادہ کرنے والو! سن لو! اگر تم نے جبریلؑ سے عداوت کی، جبریلؑ کو دشمن سمجھا تو پھر یہ مسئلہ یہیں تک نہیں ٹھہرے گا۔ بلکہ ایک جبریلؑ کا انکار سارے فرشتوں کا انکار، اور فرشتوں کا پھر انکار نہیں، سارے نبیوں کا انکار، اور پھر سن لو، نبیوں ہی کا انکار نہیں بلکہ اللہ کے پھر تم دشمن بن جاؤ گے فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ پھر اللہ کافروں کا بھی دشمن ہے۔ قرآن مجید جاننے والے بھائی سمجھتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا مسئلہ، جسے ہم بادی النظر میں چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید نے کتنی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ داعی کا مقام، داعی کی عظمت، داعی کی عزت، داعی کا احترام، جب تک ذہن میں نہ ہو، دعوت کی اہمیت واضح نہیں ہوتی۔ اس لئے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے حقوق ہیں۔ خالی صرف کلمہ پڑھ لینا ہی حق نہیں ہے کہ ہم پڑھ لیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ بس حق ادا ہو گیا۔ نہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امت پر چند حقوق ہیں جن میں سے ایک اطاعت ہے دوسرے محبت ہے، تیسرے توقیر یعنی عظمت ہے۔ ایمان لائے جب ہم نے پڑھ لیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، لیکن ساتھ ہی کیا ہے؟ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام ہے۔ عظمتِ نبوت، توقیرِ نبوت، احترامِ نبوت۔ حضورؐ کا نام لیں، تو جب تک ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھیں تو کیا فرمایا حضورؐ نے؟ فرمایا۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ سے کہ بتاؤ دنیا میں سب سے زیادہ بخیل اور کنجوس کون سا ہے؟ کسی نے کہا جو خدا کے نام پر نہ دے۔ کسی نے کہا کہ یہ کرے، وہ کرے فرمایا حضورؐ نے کہ نہیں۔ سب سے بڑا کنجوس، سب سے بڑا بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔

اب دیکھئے نام میں کیا ہے بھائی؟ میں چھوٹی سی بات عرض کر رہا ہوں۔ وقارِ نبوت، مقامِ نبوت، عظمتِ نبوت۔ یہ سب کی سب اسلام کی بنیادی اساسیں ہیں یہ نہیں ہے کہ زبان سے کلمہ خالی پڑھ لیا اور جان چھوٹ گئی۔ فرمایا۔ نہیں۔ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ (الفتح ۹) تُعَزِّرُوْهُ کا مرجع بھی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات، تُوَقِّرُوْهُ کا مرجع بھی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات ہے۔ نصرت کرو نبیؐ کے دین کی، نبیؐ کی توقیر کرو، نبیؐ کی عظمت کرو — تو داعی کی عظمت بنیادی نقطہ ہے۔ جب تک کہ داعی کی عظمت ذہن میں نہ آئے، اس وقت تک دعوت پر عمل نہیں ہو سکتا۔

(باقی آئندہ)

المدینۃ المنورۃ - الحرم النبوی الشریف بمآذنہ الأربع والقبۃ الخضراء
MEDINA - Prophet's Mosque with four Minarets.

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور

جسے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی کو عطا فرمایا

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت تبلیغ کے مبارک کام کا آغاز کیا تو قریش نے ابتداء میں حیرت کا اظہار کیا۔ پھر وہ نفرت اور آخرکار مخالفت اور معاندت پر اتر آئے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام قبول کرنے والوں پر طرح طرح کے لرزہ خیز مظالم ڈھانے لگے۔ جب مقامی حالت ناقابل برداشت ہو گئی اور جسمانی اذیتوں سے جان کے لالے پڑ گئے تو نبوت کے تیرھویں سال ربیع الاول سنہ ۶۹۲ھ میں آپؐ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

مدینہ منورہ میں جو اب تک یثرب کے نام سے موسوم تھا ان عرب قبائل کے علاوہ جن کے بعض خوش نصیب افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے، یہودیوں کے بھی مختلف قبائل آباد تھے۔

یہاں مختصر طور پر بتا دینا ضروری ہوگا کہ عرب میں اس وقت تک قبائلی نظام رائج تھا کوئی باقاعدہ مرکزی حکومت قائم نہ تھی، ہر قبیلہ کا الگ الگ سردار ہوتا تھا — اس لامرکزیت کا لازمی نتیجہ خانہ جنگی ہی تھا جس میں عرب صدیوں سے مبتلا تھے اور ان کا یہ لامتناہی سلسلہ کسی طرح بھی ختم نہ ہونے میں آتا تھا، اس صحیفۂ مبارک سے خانہ جنگیوں کا وہ لامتناہی سلسلہ رُک گیا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد وہاں کے انصاری اور یہودیوں کے مابین ایک معاہدہ فرمایا جسے صحیفہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ صحیفہ ۵۲ دفعات پر مشتمل تھا اس میں ابتدائی ۲۵ دفعات مسلمانوں اور عربی قبائل سے متعلق ہیں اور آخر کی ۲۷ دفعات میں یہودیوں کے حقوق و فرائض سے بحث کی گئی ہے جو انصار کے بعد مدینہ میں دوسری بڑی طاقت تھی۔

یہ صحیفہ مبارک بقول ڈاکٹر حمید اللہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے جو خدا کے آخری پیغمبر نے نوعِ انسانی کو عطا فرمایا۔ ممالک کے عام قواعد و قوانین کم و بیش تحریری صورت میں تو ہر جگہ ملتے ہیں لیکن دستور مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریر میں لانا اس سے قبل تاریخ کے اوراق میں کہیں نہیں ملتا۔

منوسمرتی سنہ ۵۰۰ء ق م میں بے شبہ راجہ کے فرائض کا بھی ذکر ہے۔ اور کوتلیا آرتھ شاستر سنہ ۳۰۰ء ق م اور اس کے ہم عصر ارسطو کی تصانیف میں بھی سیاست پر مستقل کتابیں ملتی ہیں یا کسی مقام کے دستور کا تاریخی تذکرہ ہیں، کسی مقتدرِ اعلیٰ کی طرف سے نافذ کردہ مستند دستور مملکت کی حیثیت ان میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے عہد نبوی میں نظام حکمرانی جلد اوّل صہ ۷۳ - ۷۶ مؤلفہ ڈاکٹر حمید اللہ استاد قانون داسلامیات بورن یونیورسٹی پیرس)

صحیفہ مبارک میں صاف طور سے اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ منبع از ذات خداوندی ہے، مسلمانوں میں تعداد کی کمی سے جو کمزوری اور خطرات پیدا ہو سکتے تھے اس کے تدارک کے لئے انہیں راہ ہدایت پر ہونے کا اطمینان دلایا گیا ہے۔

پناہ دہی کا حق انفرادی طور سے ہر چھوٹے بڑے شخص کو دیا گیا ہے اور پناہ کے وعدہ کا احترام پوری امت پر واجب قرار دیا گیا ہے، اسی طرح آزادیٔ عمل اور بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان اخوت اور مساوات قائم کر دی ہے۔

انصاف کرنے میں مداخلت کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور انصاف کے معاملات میں جانبداری کرنے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں تک کی بے جا حمایت کرنے کی کوشش سے روکا ہے، ادھر مسلمان کو اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ ہر ضرر پہنچانے والے کو سزا دینے میں پوری طرح سے ہاتھ بٹائے۔

یہودیوں کو مسلمانوں کے سیاسی اور تمدنی حقوق میں صراحت کے ساتھ مساوات دے کر پورے حقوق شہریت عطا کئے گئے ہیں۔ مذہبی آزادی دے کر نہایت فیاضانہ رواداری کا معاملہ برتا گیا ہے، ان کی شریعت اور ان کے حقوق کی مساوات تسلیم کی گئی ہے چنانچہ صحیفہ مبارک میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کیونکہ دشمن کے ساتھ جنگ کی صورت میں اگر مسلمان اور یہودی اتحاد حاصل کریں تو ہر حلیف اپنے مصارفِ جنگ خود برداشت کریں گے۔

اس معاہدہ کے ذریعہ مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرام (مقدس مقام) قرار دے کر ایک متحدہ مرکز بنا دیا گیا ہے اور ایک نظام قائم کیا گیا۔ جو بہت کم عرصہ میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین بڑاعظموں میں پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست حکومت کا صدر مقام بن گیا۔ صحیفہ مبارک کے متن کا ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دفعہ ۱۔ خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ (تحریر) مہاجرین قریش اور اہل یثرب (مدینہ) میں سے اسلام لانے والوں اور ان سب لوگوں کے لئے نافذ ہو گا جو مذکورہ جماعتوں کے ساتھ متفق ہوں اور ان کے ساتھ جنگ میں شریک رہیں۔

دفعہ ۲: غیر معاہدین کے مقابلہ میں معاہدین کی ایک علیحدہ جماعت (امت) شمار ہو گی۔

دفعہ ۳: مہاجرین قریش بجائے خود ایک جماعت ہیں وہ حسب سابق اپنے مجرموں کی جانب سے دیت کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو خود بخود ہی فدیہ دے کر چھڑا لیں گے۔ یہ سب کام ایمان و انصاف

کے اصول کے ماتحت ہوں گے۔

دفعہ ۴ تا ۱۱: بنی عوف بن الحارث، بنی ساعد بن ہاشم بنی النجار بن عمرو بنی اللبنیت اور بنی الاوس اپنی اپنی جماعت کے خود ذمہ دار ہوں گے اور بدستور سابق اپنی اپنی دیت باہم مل کر ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ تمام کام اصول، دیانت اور انصاف کے ماتحت کام انجام پائیں گے

دفعہ ۱۲۔ مسلمانوں میں اگر کوئی مفلس کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو، جس پر دیت واجب ہوتی ہے یا کہیں قید ہو جائے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہو گا کہ وہ اس شخص کی جانب سے دیت یا فدیہ ادا کر کے اسے چھڑائیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں نیکی اور ہمدردی رونما ہو۔

دفعہ ۱۳: کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کی مخالفت نہیں کرے گا۔

دفعہ ۱۴: مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ ہر ایسے شخص کی علی الاعلان مخالفت کریں جو فتنہ فساد برپا کرتا ہو اور خلق خدا کو ستاتا ہو یا زبردستی کوئی چیز حاصل کرنا چاہے اور سرکشی اختیار کرے، ایسے شخص کو سزا دینے میں تمام مسلمان آپس میں متفق رہیں گے خواہ وہ شخص ان میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

دفعہ ۱۵: کسی مسلمان کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ کسی مسلمان کو کسی محارب کے بدلے میں قتل کرے یا کسی مسلمان کے مقابلے میں کسی محارب کو مدد پہنچائے۔

دفعہ ۱۶: خدا کا عہد ذمہ داری اور پناہ ایک ہی ہے یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی کو پناہ دے دی تو اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم ہو گی۔ خواہ پناہ دینے والا ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، تمام مسلمان دوسروں کے بالمقابل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

دفعہ ۱۷: جن یہودیوں نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے ان کے متعلق مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کو مدد دیں اور مساوات کا برتاؤ کریں۔ ان پر کسی کا ظلم نہ کیا جائے اور ان کے خلاف ان کے دشمن کو مدد دی جائے۔

دفعہ ۱۸: سب مسلمانوں کی صلح ایک ہی ہو گی جب اللہ کی راہ میں جنگ ہو تو کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر دشمن سے اس وقت تک صلح نہیں کرے گا جب تک وہ صلح سارے مسلمانوں کے لئے یکساں و برابر نہ ہو گا۔

دفعہ ۱۹: ان تمام جماعتوں کو جو ہمارے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گی نوبت بہ نوبت آرام کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔

دفعہ ۲۰: جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو جائیں گے ان کے پسماندگان کا تکفل تمام مسلمانوں پر واجب ہو گا۔

دفعہ ۲۱: بلاشبہ تمام متقی پرہیزگار مسلمان براہ راست اور سب سے اچھے طریقے پر ہیں۔

دفعہ ۲۲: کوئی مسلم معاہد قریش کی جان و مال کو کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ کسی مسلم کو کسی مسلمان کے مقابلہ میں مدد پہنچاتے گا۔

دفعہ ۲۳: کوئی شخص اگر کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے اور ثبوت موجود ہو تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا، ہاں اگر مقتول کا وارث دیت دینے پر رضامند ہو جائے تو دیت ادا کر کے گلو خلاصی ہو سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں پر بلا اشتباہ اس امر کی لازمی تعمیل کرنا ہو گی۔ مذکورہ امور کے علاوہ کوئی اور چیز قابلِ قبول نہ ہو گی۔

دفعہ ۲۴: کسی مسلمان کے لئے جس نے اس صحیفہ کو قبول کر کے اس کی پابندی کا اقرار کر لیا ہے اور وہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہ ہو گا کہ وہ نئی بات پیدا کرے۔ اور نہ یہ جائز ہوگا کہ وہ ایسے شخص سے معاملہ رکھے جو اس معاہدہ کا احترام نہ کرتا ہو۔ جو شخص اس امر کی خلاف ورزی کرے گا، قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس بارے میں اس کا کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائیگی۔

دفعہ ۲۵: اہل معاہدہ میں جب کسی چیز کے متعلق اختلاف پیدا ہو جائیگا تو اس فیصلے کے لئے خدا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رجوع کیا جائیگا۔

دفعہ ۲۶: اس معاہدہ کے بعد یہود پر لازم ہو گا کہ وہ جنگ کی حالت میں جب کہ مسلمان کسی دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں مسلمانوں کو مالی امداد دیں۔

دفعہ ۲۷ تا ۳۶: بنی عوف، بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعد، بنی حشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی جیفنہ اور بنی الشطیبہ کے یہود جنہوں نے اس معاہدہ میں شرکت کی ہے اور مسلمانوں کے حلیف ہیں، اپنے مذہب کے پابند رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب کی مذہبی باتوں کے علاوہ باقی امور میں مسلمان اور یہود ایک جماعت شمار ہوں گے ان میں سے کوئی شخص اگر ظلم یا عہد شکنی یا جرم کرے تو وہ اپنے جرم کی سزا کا مستحق ہو گا۔

دفعہ ۳۷: یہود کے مذکورہ بالا قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

دفعہ ۳۸: معاہدہ کرنے والوں میں کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر فوجی اقدام نہیں کرے گا۔

دفعہ ۴۰: اگر مسلمان اور یہود معاہدین کے خلاف کوئی تیسری قوم جنگ کرے تو ان معاہدین کو متفق ہو کر لڑنا ہو گا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور باہم بہی خواہی اور وفاشعاری ہو گی، یہودی اپنے مصارفِ جنگ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے۔

دفعہ ۴۱: معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور خیر خواہی کا برتاؤ کریں، کوئی کسی پر ناانصافی نہ کرے اور نہ ظالم کو مدد پہنچائے

دفعہ ۴۲: یہود اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل جل کر جنگ کرتے رہیں۔

التجا

علامہ انور صابری

جگر خراش بہت اپنی داستاں ہے حضورؐ
بیانِ درد بھی ناقابل بیاں ہے حضورؐ

قدم قدم پہ اٹھاؤں ستم زمانے کے
یہ تاب اور یہ طاقت بھلا کہاں ہے حضورؐ

ہمارے دل کے عزائم نحیف ہو بھی چکے
حوادثات کا عالم مگر جواں ہے حضورؐ

نہ اب وہ گرمیٔ تکبیر رہ گئی باقی!
نہ اب وہ لذتِ سازِ لبِ اذاں ہے حضورؐ

امیر خلق تھی کل تک جو قوم دنیا میں
وہ آج گم شدۂ راہ کارواں ہے حضورؐ

کلی کلی ہے فسردہ ریاضِ ملت کی
اُداس اُداس ہر اک شاخ گلستاں ہے حضورؐ

نشاطِ قلب زمانہ تھا جس کا نغمۂ روح
وہ خود ہی بستۂ ہنگامۂ خزاں ہے حضورؐ

درِ حضور تھا جس کا مراد کعبۂ شوق!
وُہ آج سجدہ گذارِ ہر آستاں ہے حضورؐ

نفس نفس پہ نئی آفتیں ہیں جی کا وبال
نظر نظر نیا ہنگامۂ زماں ہے حضورؐ

اس اضطراب گراں کو سکون مل جائے
مزاجِ حلقۂ خیر القرون مل جائے

★

پر اس معاہدہ کی تعمیل لازمی ہوگی اور اسے عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی۔

دفعہ ۴۵: کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

دفعہ ۴۶: اہلِ معاہدہ میں اگر کوئی حادثہ یا اختلاف رونما ہو جس سے نقصِ امن کا اندیشہ ہو تو اس فیصلہ کے لئے خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔ جو شخص اس صحیفہ کی زیادہ تعمیل کرے گا خدا اس کے ساتھ ہوگا۔

دفعہ ۴۷: قریش مکہ اور ان کے مددگار کو کوئی شخص پناہ نہ دے گا۔

دفعہ ۴۸: اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان اور یہود دونوں ہی مل کر مدافعت کریں گے۔

دفعہ ۴۹: اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس صلح کے پابند ہوں گے۔ اگر یہود کسی سے صلح کریں گے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہوگا کہ یہود کے ساتھ ایسا ہی تعاون کریں، البتہ کسی فریق کی اپنی مذہبی جنگ میں دوسرے فریق پر ذمہ عائد نہ ہوگی۔

دفعہ ۵۰: یثرب کے حملہ کی صورت میں ہر جماعت کو اس کے حصہ کی مدافعت کرنی ہوگی جو اس کے بالمقابل ہو۔

دفعہ ۵۱: قبیلہ الاوس کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس صحیفہ میں شریک ہونے والوں کو حاصل ہیں۔ بشرطیکہ وہ بھی وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے۔ خدا اس کا حامی و مددگار ہے۔

دفعہ ۵۲: اس معاہدہ میں شریک ہونے والی جماعتوں میں اگر فریق یا جماعت کو جنگی ضرورت سے مدینہ جانا پڑے تو وہ امن و حفاظت کی مستحق ہوگی اور جو مدینہ میں رہے اس کے لئے بھی امن ہوگا کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ کسی کے لئے عہد شکنی جائز ہوگی جو اس صحیفہ کا سچے دل سے احترام اور تعمیل کرے گا اس کے لئے اللہ اور اس کا رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نگہبان ہیں۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم

امام زین العابدینؓ اور امام باقرؒ کی نظر میں

خواجہ فخر الدین لون بی اے بہاولپور

امام زین العابدینؓ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی خدمت میں چند عراقی حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں ناروا اور نا مناسب الفاظ استعمال کئے۔

جب یہ لوگ اپنی کہہ چکے تو آپ نے فرمایا۔

کیا مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ کیا تم مہاجرین اوّلین میں سے ہو جنہوں نے محض خوشنودیٔ خدا کے لئے جلاوطنی گوارا کی اور اپنے مال و متاع سے دستبردار ہو گئے؟ اور خدا و رسولؐ کی تائید و حمایت میں کمربستہ رہے اور بلاشبہ یہ سچے لوگ تھے۔

عراقیوں نے جواب میں عرض کیا۔

نہیں ہم مہاجرین اوّلین میں سے تو نہیں ہیں۔

یہ سُن کر امام عالی مقام نے دریافت فرمایا!

پھر کیا تم اُن لوگوں میں ہو جو مدینے میں مہاجرین کی آمد سے پہلے بسے ہوئے تھے جو اُن کے پاس ہجرت کرکے آتا تھا، اس سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا تھا اس سے دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اگرچہ خود فاقے ہی سے کیوں نہ ہوں اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

عراقیوں نے جواب میں گزارش کی۔

نہیں ہم ان لوگوں میں بھی نہیں ہیں۔

آپ نے یہ سُن کر فرمایا:

میں اُس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم اِن لوگوں میں بھی نہیں ہو جن کے بارے میں خدائے عزّوجل نے فرمایا والذین جاء و امن بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم

یعنی!

اور جو لوگ (ان مہاجرین و انصار کے) بعد آئے وہ اُن کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا رفیق (اور) رحیم ہے۔

جاؤ چلے جاؤ خدا تم سے سمجھے۔

یہ واقعہ ہے امام زین العابدین کی جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد رئیس بیت حسینی تھے۔

جابر جعفی نے جو خود بھی شیعہ ہیں روایت کی ہے کہ امام باقرؒ نے انہیں عراق بھیجتے وقت کہا۔

اہلِ کوفہ تک میرا یہ پیام پہونچا دو کہ لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تبرّا کرتے ہیں میں ان سے بری ہوں۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام باقرؒ نے ارشاد فرمایا۔ جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضل و شرف سے بے بہرہ ہے وہ سُنّت سے ناواقف ہے۔

جعفر جعفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اُن سے امام باقرؒ نے فرمایا اے جابر مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں نے اس کا حکم دیا ہے انہیں میرا پیام پہونچا دو کہ اللہ کے ہاں میں ان سے بری ہوں۔ مجھے شفاعت محمدؐ نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لئے استغفار نہ کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں ان کے لئے رحم کی دُعا نہ کرتا ہوں اگرچہ دُشمنان خدا ان سے کتنے ہی بیگانہ ہوں۔[1]

[1] حلیۃ الاولیا ج ۳ ص ۱۳۷

بقیہ : اسلامی تعلیمات

رُخ دیکھنے والے ابن الوقت لوگ منافق بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ نفس کے غلام اور غرض کے بندے ہوتے ہیں۔ اپنے فائدے کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ جب کام نکل جاتا ہے یا غرض پوری ہو جاتی ہے تو دشمنوں کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ یہ لوگ ذرا سی تکلیف اور آزمائش برداشت نہیں کر سکتے۔ فوراً دین سے پھر جاتے ہیں۔ قرآن شریف میں منافقوں کو بدترین مخلوق کہا گیا ہے۔ ان کی سزا عذابٌ الیم ہے یعنی کہ دردناک عذاب۔ ان کا مقام آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالےٰ ہم سب کو اس مرض سے بچائے اور سچا مومن بنائے۔ آمین۔

بچوں کے لئے

اسلامی تعلیمات

بیگم قاضی غلام سرور عزیز، کھاریاں

اسلام علیکم، بچو! خداوند کریم تمہارا حامی و ناصر ہو (آمین) بچو! پچھلے ہفتوں میں تم اسلامی تعلیمات کے عنوان پر کتاب، سنّت، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اسلام، ایمان، توحید، رسالت اور ختم نبوّت کے بارے میں پڑھ ہی آئے ہو۔ لہٰذا آج میں تمہیں آخرت، کفر اور نفاق کے متعلق کچھ عرض کروں گی جو کہ تمہارے بلکہ سب مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ تو سنئے :-

آخرت مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پانے کا عقیدہ بہت اہم ہے۔ ہماری یہ موجودہ زندگی عارضی ہے اور دوسری زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے اس لئے آخرت کی زندگی کو دائمی اور ابدی کہا جاتا ہے۔

اس کائنات پر ایک ایسا دن آئے گا جب سب کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ ہر شے ختم ہو جائے گی۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ "اس دن لوگ منتشر اور پریشان پتنگوں کی طرح ہوں گے، پہاڑوں کی مانند اڑتے پھرتے ہوں گے"۔ (سورۃ القارعہ) زمین ہچکولے کھائے گی اس سے ایسے شدید زلزلے آئیں گے کہ زمین کی ہر شے باہر نکل آئے گی۔ انسان حیران و پریشان رہ جائے گا کہ زمین کو آج کیا ہو گیا ہے؟ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا (سورہ زلزال) سب کچھ فنا ہو جانے کے بعد انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ان کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ معاوضہ کام نہ دے گا۔ نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا، اپنے اپنے عمل ہی کام آئیں گے۔ اور سزا و جزا بھی اعمال کے مطابق ہی ملے گی۔

اس عقیدہ کا نام ایمان بالآخرت ہے۔ اسلام نے اسے بنیادی عقیدہ قرار دیا ہے۔ جس شخص کو آخرت یاد رہتی ہے اس کی زندگی ہر قسم کی خرابیوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ وہ ہر کام ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس سے کرتا ہے۔ اگر آخرت یاد نہ ہو تو پھر انسان "شتر بے مہار" بن جاتا ہے اسے ذمہ داری کا کوئی احساس نہیں رہتا۔ آخرت کا عقیدہ کوئی فرضی اور خیالی بات نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ دنیا میں کتنے ہی ایسے ظالم، چور، ڈاکو اور فریبی ہیں جو دنیا میں پکڑے نہیں جاتے اور کسی کی گرفت میں نہیں آتے اگر آخرت نہ ہو تو انہیں سزا کون دے گا؟ اور پوچھ گچھ کہاں ہوگی؟ یہ بھی غور کا مقام ہے کہ جس شخص نے ایک گاڑی کو پٹڑی سے اتار کر سینکڑوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیے اور جس شخص نے خوراک میں زہر ملا کر ہزاروں آدمیوں کی زندگیاں ختم کر دیں اسے ہم یہاں کتنی سزا دے سکتے ہیں؟ یہی کہ پھانسی پر ایک دفعہ لٹکا دیں کیا یہ اتنی جانوں کا بدلہ ہو گیا؟ نہیں۔ آخرت میں اسے پوری پوری سزا ملے گی۔

بے شک نیک بندوں نے خلق خدا کی خدمت کی، نیک کاموں سے دنیا کو سنوارا۔ اچھی ایجادوں سے خدا کی مخلوق کو سکھ پہنچایا، اپنی قربانیوں سے ملک کو آزاد کرایا۔ وہ اپنی جان پر کھیل گئے اور جیتے جی کچھ نہ دیکھ سکے۔ انہیں بدلہ کہاں ملے گا؟ آخرت میں۔ وہاں وہ اس قدر جزا پائیں گے کہ ہم اس دنیا میں اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ اللہ پاک ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

کفر یوں تو "کفر" کے لفظی معنی چھپانے اور پردہ ڈالنے کے ہیں اور کافر کے معنی چھپانے والے کے ہوتے ہیں۔ لیکن مذہب کی زبان میں کافر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اسلام کا انکار کرے، اللہ کو ایک نہ مانے اور حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت یعنی کہ ان کے آخری نبی ہونے کا انکار کرے۔

کفر کوئی مذاق نہیں کہ تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتے پھریں بلکہ یہ گمراہی ہے حد درجہ کی گمراہی جس میں کوئی انسان گرفتار ہو سکتا ہو۔ واقعی اس سے بڑی لعنت کوئی اور بھی ہو سکتی ہے؟ کہ ایک شخص تک حق کا پیغام پہنچے اور وہ اسے نہ مانے بلکہ جان بوجھ کر اس کا انکار کر دے؟

کسی کو کافر کہنے سے بے حد پرہیز اور احتیاط کرنی چاہیے۔ کسی مسلمان کو تحقیق کئے بغیر کافر کہہ دینا اپنے آپ کو کافر بنا لینے کے برابر ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بارہ میں بہت احتیاط کی تاکید فرمائی ہے۔ کافر وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منکر ہے اور دین اسلام کا انکار کرتا ہے۔

نفاق دورُخی پالیسی اور دل کے کھوٹ کو نفاق کہتے ہیں اور وہ شخص منافق ہے جو سچے دل سے اسلام کو نہ مانتا ہو، صرف زبان سے کلمہ پڑھتا ہو لیکن دل سے یقین نہ کرتا ہو بظاہر اسلام سے دوستی کا دم بھرتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہو لیکن درحقیقت دل میں وہ کفر رکھتا ہو اور اندر سے کفر کے ساتھ ہو۔ منافق سے بڑھ کر اسلام کے لئے شاید اور کوئی شخص خطرناک نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ دوستی کے پردے میں دشمنی کرتے ہیں آستین کا سانپ بن کر اندر ہی اندر ڈستے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے دشمنوں کو ان کے راز پہنچاتے ہیں اور اسلام کے خلاف چھپ چھپ کر سازشیں کرتے ہیں ——— عام طور پر ہوا کا

(باقی صفحہ ۱ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۹۳۲۱/G مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹ ۵۵ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک

پاکستان میں

سالانہ ہدیہ ... ۱۶
ششماہی " ... ۹
سہ ماہی " ... ۴

انگلینڈ میں

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ... ۴۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ... ۲۶

سعودی عرب

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ ... ۴۸
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ ... ۲۴

زیر فرنشر لیتھو لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا